خطاب ___ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
ضبط وترتیب ___ مولانا یوسف شبیر احمد صاحب (بلیک برن، انگلینڈ)

ذکر وفکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مغربی ممالک میں علماء کرام کی ذمہ داریاں

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

جامعۃ العلم والہدی بلیک برن، برطانیہ میں ۸/شوال ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۱/جون ۲۰۱۹ء کو حضرات علماء کرام کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے ایک ہزار کے قریب حضرات تشریف لائے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مد ظلہم نے اپنے قیمتی ارشادات سے حاضرین کو مستفید فرمایا، اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا جس میں حالات حاضرہ کے تناظر میں چند اہم امور کی طرف بہت ہی دردمندانہ توجہ مبذول فرمائی۔ خطاب کی اہمیت کے پیش نظر اسے ضبط کر کے شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالی ہمارے اکابر کے سایہ کو ہم پر تادیر قائم رکھے۔ جامعہ کے استاد حدیث وفقہ مفتی سراج فلاحی صاحب نے نظر ثانی فرمائی، اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (از یوسف شبیر احمد عفا اللہ عنہ، جامعۃ العلم والہدی، بلیک برن، یوکے)

الحمد لله، الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد خاتم النبيين، وإمام المرسلين، وقائد الغر المحجلين والوفد المتقبلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، وعلى كل من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اللہ جل جلالہ کا مجھ ناچیز پر یہ احسان عظیم ہے کہ الحمد للہ آج حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالرشید ربانی صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں اس دارالعلوم میں اللہ تعالی نے حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ میں اس سے پہلے بھی یہاں حاضر ہو چکا ہوں، دارالعلوم اور اس کے مہتمم حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالی جو خدمت لے رہے ہیں اس کے نتائج بھی الحمد للہ سامنے آتے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی اس میں روز بروز ترقی عطا فرمائے اور یہاں سے دین کی شمع اور اس کے انوار پوری دنیا تک پہنچائے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس وقت حضرات علماء کرام کا اجتماع ہے اور جب کبھی حضرات علماء کرام سے کوئی بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ علماء کرام سے کوئی وعظ اور نصیحت کی بات کروں، کیونکہ میں ایک طالب علم ہوں اور جو حضرات علماء کرام ہیں ان کا علم تازہ ہے، ان کو میں کیا نصیحت کر سکتا ہوں، لیکن میں تصور یہ کر لیتا ہوں کہ جیسے ہمارے مدارس میں دستور ہے کہ سبق کے بعد طلبہ کے ساتھ انہی میں سے کوئی ایک طالب علم درس کا تکرار کرایا کرتا ہے، اس لیے اس تصور کے ساتھ کہ جو کچھ اپنے بزرگوں سے اللہ تبارک وتعالی نے کان میں ڈالا اور جو کچھ ان سے پڑھا اور سیکھا، اس کا تکرار اپنے بھائیوں کے سامنے کر لوں، اسی حیثیت سے چند گذارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالی اخلاص کے ساتھ اور اپنی رضا کے مطابق عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایمان کے تحفظ کی فکر اور تڑپ

کل کے اجتماع میں میں نے یہ گذارش کی تھی کہ ہم ان مقامات پر گئے ہیں جہاں کبھی مسلمانوں کا پرچم لہرایا کرتا تھا، اور جہاں پر بڑے بڑے علماء، فقہاء، قضاۃ، مفسرین، محدثین پیدا ہوئے تھے۔ ان سب جگہوں پر اللہ تعالی نے جانے کا موقع عطا فرمایا، اور بڑی حسرت سے یہ مناظر دیکھے کہ جہاں امام بخاری، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے پایہ کے دوسرے محدثین، فقہاء، صوفیاء، اولیاء کا مرکز تھا، جہاں کا چپہ چپہ علم کی خوشبو سے معطر

تھا، جہاں کا کونہ کونہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اللہ کے کلام سے منور تھا۔ آج وہاں کے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ستر سال کمیونزم کی چکی میں پسے جانے کے بعد اب جو مسلمان ہیں ان کو نماز کا طریقہ بھی سمجھانے کے لئے مسجدوں میں لکھا ہوا ہے کہ نماز اس طرح پڑھی جائے۔ اس حوالے سے کل میں عرض کر رہا تھا کہ ان تمام مقامات پر جو حادثے پیش آئے، جو المیہ پیش آیا، اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے آئندہ آنے والی نسلوں کی فکر نہیں کی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں، اپنے آپ کو جہنم سے بچائیں، اسی طرح یہ بھی ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم: ٦)، صرف اپنے آپ کی اصلاح کافی نہیں ہے، بلکہ اپنے گھر والوں کی بھی، اور اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے بچوں کی اور آنے والی نسلوں کی فکر کریں، یہ بھی ہمارے فرائض میں داخل ہے، اور خاص طور پر ان مقامات میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، اس بات کی فکر ضروری ہے کہ ہمارا مستقبل کیا ہونے والا ہے، ہم اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں کس طرح مسلمان رہیں گی اور کیسے مسلمان رہیں گی۔

اللہ جل جلالہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے برطانیہ میں مسجدیں، مدرسے، اسلامی اسکول اور مسلمانوں کو اسلامی ماحول عطا فرمایا ہے، ایسی جگہیں بھی عطا فرمائی ہیں جہاں پہنچنے کے بعد یہ تصور کرنا مشکل ہوتا ہے کہ ہم کسی غیر مسلم ملک میں رہ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

لیکن میں آج ہی ایک ساتھی سے پوچھ رہا تھا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ بہت سے حضرات دین سے یا دینی جماعتوں سے یا دینی تنظیموں سے یا دینی مدرسوں سے اور مسجدوں سے وابستہ ہیں، ان کا تناسب پورے یوکے کی آبادی میں کتنا ہے، دین سے وابستہ افراد کا تناسب کتنے فیصد ہے جو مسجدوں میں آجاتے ہیں، بیانات سنتے ہیں، تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں، جو مدارس سے وابستہ ہیں، یا کسی مسلم تنظیم سے وابستہ ہیں، پوری انگلینڈ کی آبادی میں ان کا تناسب کتنے فیصد ہوگا؟ تو مجھے جواب یہ ملا کہ دس فیصد، اور ہمارے اسی ملک میں رہنے والے نوے فیصد حضرات کا دین کے مراکز سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ یہاں آپ سنتے ہیں اور ہمیں لوگوں نے بتایا کہ اسلام سے مرتد ہونے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور انہوں نے اپنا ایک مستقل حلقہ بنایا ہوا ہے جو اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے، یعنی جو پہلے مسلمان تھے وہ مرتد ہوگئے العیاذ باللہ، اور اسی طرح وہ لوگ جو مرتد تو

نہیں ہوئے الحمدللہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن عملی طور پر ان کا دین سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ تو یہ حقیقت ہے، ہم جب آتے ہیں تو الحمدللہ ان دس فیصد کے اندر رہتے ہیں جو دین سے کوئی نہ کوئی تعلق رکھنے والے ہیں، الحمدللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارا واسطہ ان سے قائم کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھے اور اس کی وجہ سے ہمیں مسرت بھی ہوتی ہے، خوشی بھی ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں۔

لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ جو نوے فیصد ہیں اگر یہ دس اور نوے کا تناسب صحیح ہے، چلئے دس نہ صحیح، تو پندرہ کر لیجئے، بیس کر لیجئے، اُدھر اسّی فیصد کر لیجئے، تو ان سے ہمارا واسطہ براہ راست قائم نہیں ہوتا، ایک مرتبہ واسطہ پڑا۔ ۱۹۷۸ء کی بات کر رہا ہوں، میں سب سے پہلے انگلینڈ ۱۹۷۸ء میں آیا تھا، اور اس وقت درحقیقت امریکہ کی ایک تنظیم نے ہمیں دعوت دی تھی، اس وقت وہاں جانا ہوا تھا، وہاں سے واپسی میں کچھ ایک دو روز یہاں پر بھی قیام کیا تھا—— اُس وقت جس تنظیم نے ہمیں دعوت دی تھی وہ امریکہ کی اسلامی تنظیموں کا وفاق تھا، اُس کا سالانہ اجتماع ہو رہا تھا اور سالانہ اجتماع میں انہوں نے لوگوں کو امریکہ بھر سے جمع کیا تھا۔ تو وہاں جب ہم پہنچے تو ہمارے دماغ میں یہ بات تھی کہ یہ مسلمان لوگ ہیں، اس لئے نمازوں کا کوئی انتظام ہوگا، حلال کا بھی انتظام ہوگا، کچھ دینی آ... نظر آئیں گے، لیکن جب اُس اجتماع میں پہنچے تو مخلوط اجتماع تھا، اور عورتوں کو دیکھ کر یہ پتہ نہیں لگتا تھا کہ ان کے اندر اسلام کی کوئی علامت بھی موجود ہے، اور پہلے کھانا تھا اس کے بعد اجتماع تھا، تو کھانے کے موقع پر اعلان کیا گیا کہ جو لوگ حلال کھانا چاہتے ہیں وہ مچھلی کھائیں! اسی مجلس میں رقص وموسیقی کی محفل جم گئی، خواتین اور مرد اکٹھے رقص کر رہے تھے۔ ہم وہاں پھنس گئے اور وہاں سے کسی طرح بھاگنا پڑا۔ تو میں نے منتظم سے کہا کہ بھائی آپ اسلامی تنظیموں کے وفاق کی بات کر رہے ہیں، تو یہاں نہ کوئی نماز کا ذکر مجھے ملا، عریاں لباس کے اندر خواتین آئی ہوئی ہیں، رقص کر رہی ہیں، موسیقی بج رہی ہے، گانا بجانا ہو رہا ہے، یہ کیا ہے؟ کیا مقصد ہے اس اجتماع کا؟ جب یہاں پر صریح گناہ سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں ہے؟

تو وہ میری بات سن کر رو پڑے اور کہا کہ مولانا آپ سچ کہتے ہیں، لیکن ہم اس بات کو غنیمت سمجھ رہے ہیں کہ یہ اپنا نام مسلمان باقی رکھے ہوئے ہیں، ان میں اسلام کی کوئی خوبی موجود نہیں رہی، ان میں اسلام کا کوئی نشان موجود نہیں رہا، یہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو کبھی اپنی روزی کی خاطر عرب سے روانہ ہو کر یہاں آ کر آباد

ہوئے تھے، انہوں نے اپنے بچوں کی فکر نہیں کی اور اس کے نتیجے میں آپ کو یہ منظر نظر آ رہا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ اسی اجتماع کے اندر جہاں پر یہ مخلوط اجتماع تھا تو کسی شخص نے کھڑے ہو کر یہ کہہ دیا کہ آپ خواتین جو یہاں پر آئی ہیں، مسلمان ہیں، کم از کم عریاں تو نہ آئیں، کچھ مناسب لباس پہن کر آ جائیں۔ یہ نہیں کہا کہ آپ حجاب کریں یا نقاب کریں، یہ کہا کہ مناسب لباس پہن کر آ جائیں۔ تو ایک دم سے طوفان کھڑا ہو گیا کہ Backwardness, Backwardness، نعرہ لگنے لگے۔ بہر حال، میں نے جب منتظم سے بات کی تو وہ روئے اور کہا کہ اس وقت ہمارا واحد مقصد یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے رہیں، بس! اس وقت ہم اتنا چاہتے ہیں، ورنہ یہ مرتد ہو جائیں گے، یہ کافر ہو جائیں گے۔ تو یہ منظر بھی مجھے اللہ نے دکھایا، اسّی فیصد کا، نوے فیصد کا، کہ یہ صورت بن گئی۔

اب بے تکلفی سے میں آپ حضرات سے عرض کرتا ہوں کہ ان نسلوں کو سنبھالنے کا فریضہ کس کا ہے؟ اپنی آنے والی نسلوں کا؟ ان اسّی، نوے فیصد کو سنبھالنے کا؟ یہ کس کا فریضہ ہے؟ اگر ہمارا نہیں ہے تو کیا فرشتے آسمان سے اتریں گے جو آ کر ان حالات کی اصلاح کریں گے، جو ہماری آئندہ نسلوں کا تحفظ کریں گے؟ لہذا سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں ایک فکر ہونی چاہئے، ایک تڑپ ہونی چاہئے، ایسی تڑپ جو حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے عطا فرمائی تھی، کہ ان کے سینے کی آگ نے پوری دنیا کے اندر دین کا ڈنکا بجا دیا۔ یہ فکر ہمارے اندر ہے یا نہیں ہے؟ یہ تڑپ ہمارے اندر ہے یا نہیں ہے کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں کہاں جائیں گی؟ ان کا مستقبل کیا ہو گا؟

اس موضوع پر فقہاء کرام نے گفتگو کی ہے کہ آیا مسلمانوں کو غیر مسلم ملک میں جا کر رہنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور بہت سے لوگوں نے بالکل ہی ناجائز لکھا، لیکن جنہوں نے جائز لکھا تو انہوں نے یہ قید لگائی کہ اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنا، اپنی اولاد کا ایمان محفوظ رکھیں تب تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اب اگر ہم اپنی اولادوں کو، اپنی آئندہ نسلوں کو مسلمان رکھ سکتے ہوں تب تو ہمارے لیے رہنا جائز ہے، ورنہ دو ہی راستے ہیں: یا تو چھوڑ جائیں، لیکن عملاً اب یہ ممکن نہیں رہا کہ اِس ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں، اب تو ایک ہی راستہ ہے کہ آپ یہاں رہیں اور رہ کر یہاں کے قوانین کی پابندی کے ساتھ آپ اپنے ایمانی تشخص کو برقرار رکھیں، اور اس ایمانی تشخص کو

صرف دس فیصد کی حد تک محدود نہ رکھیں، آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی انتظام کریں، اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہاں رہنا جائز نہیں۔

تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ فکر کریں، اور فکر کس کے دل میں ہو؟ سڑک پر چلتے ہوئے آدمی کے دل میں ہو یا وہ جوامت کے قائد ہیں، اور وہ کون ہیں؟ علماء کرام۔ اگر علماء کرام کے اندر یہ تڑپ موجود نہیں ہوگی تو اپنی آئندہ نسلوں کے مستقبل کا ہم کوئی تحفظ نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر یہ تڑپ ہمارے اندر بیدار ہوگئی، تو تڑپ ایسی چیز ہے جو ناممکن کو بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ممکن بنا دیتی ہے۔ میں بے تکلفی کے ساتھ چند باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس بارے میں کیا چیز رکاوٹ ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کے تحفظ کا صحیح انتظام کر سکیں؟

پہلی رکاوٹ : جذبہ اور تڑپ کی کمی وفقدان

پہلی رکاوٹ خود ہمارے جذبے اور ہماری تڑپ کا فقدان یا کمی ہے۔ اگر یہ تڑپ صحیح معنی میں پیدا ہو جائے تو اللہ تعالی اپنی رحمت کے معجزے دکھا دیتا ہے۔ تو پہلے تو یہ تڑپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

آب کم جو تشنگی آور بدست
تا بجوشد آب از بالا و پست

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی کم ڈھونڈو، پیاس اپنے اندر پیدا کرو، جب پیاس صحیح معنی میں پیدا ہو جاتی ہے تو پانی اوپر نیچے سے ابلنے لگتا ہے، اللہ تعالی ابال دیتے ہیں، اقبال نے کہا:

ہزار چشمے ترے سنگ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر

کہ اگر آدمی یہ سمجھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کا بندہ ہونے کے ناتے میرے اوپر کچھ فرائض ہیں، میری ڈیوٹیاں ہیں، میں ان کو انجام دوں، اس کی تڑپ اللہ تعالی میرے دل میں پیدا کر دے، تو پھر پتھر سے بھی پانی نکل آتا ہے، اللہ تعالی نکلوا لیتا ہے۔ تو پہلی چیز تڑپ پیدا کرنا ہے۔

دوسری رکاوٹ : اتحاد اور وسعت ظرفی کی کمی وفقدان

اس تڑپ کی کمی یا فقدان کی وجہ سے کچھ صورت حال ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ اس نے ہمارے لئے ایک دوسری رکاوٹ کھڑی کردی ہے، وہ کیا ہے؟

وہ یہ ہے کہ **الأهم فا لأهم** کا جو اصول تھا کہ زیادہ اہم کام کو پہلے رکھا جائے، دوسرے نمبر پر جو اس سے کم اہم ہے اس کو رکھا جائے، اس کو ہم نے پیچھے ڈال دیا ہے یا فراموش کردیا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ مسائل جو فقہی نوعیت کے ہیں، یا فروعی عقائد سے متعلق ہیں، ان کے اوپر ہماری بحثیں چلتی ہیں، اس کے اوپر ہماری توجہ مرکوز رہتی ہے، اس کی بنا پر ہمارے درمیان شقاق اور نفاق پیدا ہوتا ہے، اس کی بنا پر ہمارے درمیان افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اور ذرا کسی مسئلہ میں کسی کا اختلاف ہوجائے تو دوسرے کے ساتھ بیٹھنے کو تیار نہیں، دوسرے کی بات سننے کو تیار نہیں، اپنی بات کو ہمیشہ وزن دے کر دوسرے کی بات کو ہمیشہ گرانے کے لئے تیار ہیں، چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر جنہیں اللہ تبارک وتعالی نے مجتہد فیہ قرار دیا ہے، اور مجتہد فیہ مسائل کے بارے میں یہ بات میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور یہ بعد میں میں نے مختلف کتابوں کے اندر بھی دیکھی، کہ مجتہد فیہ امور میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، اور نکیر منکر پر ہوتی ہے، مجتہد فیہ امور پر نکیر جائز نہیں۔ اور ہمارے درمیان یہ مسئلے کھڑے ہوتے ہیں اور ان مسئلوں کے اندر بحثیں چل رہی ہیں۔

میں اپنے ملک کی بات کہتا ہوں کہ ہمارے ملک کو حیات النبی کے مسئلہ سے اور سماع موتی کے مسئلہ سے فرصت نہیں، وہاں پر جلسے ہورہے ہیں اور اس میں موضوع کیا ہے عوام کے سامنے، عوامی جلسوں کے اندر؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی کیفیت، کنہ کیا تھی؟ برزخی تھی یا عنصری تھی یا دنیوی تھی؟ اس پر بحث ہورہی ہے، لڑائیاں ہورہی ہیں، اور ایک دوسرے کے گریبان پر ہاتھ پڑ رہے ہیں۔ سماع موتی، مردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ اس کے اوپر بحث ہورہی ہے، اور صرف بحث نہیں، پورے اسٹیج سجے ہوئے ہیں، مناظروں کے، مباحثوں کے بازار گرم ہیں۔

اور ماشاء اللہ یہاں پر بھی اس میں کوئی کمی نہیں ہے، عشاء کے وقت کا مسئلہ، رویت ہلال کا مسئلہ، اور خدا جانے کتنے مسائل ہیں جن کے اندر ملت بٹی ہوئی ہے، چلو بھائی بٹی ہوئی ہے، جس کو جو بہتر لگ رہا ہے وہ اس

کے مطابق عمل کرلے، لیکن دوسرے پر نکیر ہے، دوسرے کی تردید ہے، تنقیص ہے، اور ایک دوسرے کی بات سننے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ جس مسئلہ میں دیکھو کہ رکاوٹ کیا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ علماء کرام میں اتفاق نہیں ہے۔ میں ساری امت کے تناظر میں بات کررہا ہوں اور یہاں پر بھی یہ صورت حال ہے، اتفاق نہیں ہے۔ اب نتیجہ یہ کہ جب اتفاق نہیں ہوگا تو امّت متحد ہوکر کس طرح ان حملوں کا مقابلہ کرسکے گی جو نفس دین کے اوپر کئے جارہے ہیں۔ کیسے مقابلہ کریں؟ وہ اتحاد چاہتا ہے، اتفاق چاہتا ہے۔

اختلاف کے درجات

دیکھئے اختلافات کے بہت درجے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک اختلاف ہوتا ہے اسلام اور کفر کا اختلاف، یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا اختلاف ہے، جیسے کہ قادیانیوں اور مرزائیوں کے ساتھ کفر اور اسلام کا اختلاف ہے، تو وہاں آپس میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) ایک ہوتا ہے حق اور باطل کا اختلاف، جس میں ایک جانب حق ہے دوسری جانب باطل ہے، لیکن کفر کی حد تک نہیں پہونچتا، یہ بھی اختلاف ہوتا ہے، اس کا طریقہ کچھ اور ہے کہ باطل کی تردید کرو لیکن کس طرح کرو؟ **قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا**. (طٰہ:۴۴) ہمارے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا مخالف فرعون سے بڑا گمراہ نہیں ہوسکتا، اور تم موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر مصلح نہیں ہوسکتے، پھر بھی یہ حکم ہے **قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا**.

(۳) تیسرا اختلاف ہوتا ہے اجتہادی اختلاف، اس میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی۔

(۴) چوتھا اختلاف اس سے بھی آگے ہوتا ہے، مزاج و مذاق کا اختلاف، یعنی مسلک بھی ایک ہے اور حق ہے، باطل نہیں ہے، مسلک بھی ایک ہے، اجتہاد بھی، لیکن مزاج و مذاق میں فرق ہے۔ یہ ایک طرح کا مزاج رکھتا ہے، دوسرا دوسری طرح کا مزاج رکھتا ہے۔

یہ چار درجے ہیں اختلافات کے، اور ہر ایک کے ساتھ معاملہ مختلف ہوتا ہے لیکن ہم نے ہر اختلاف کو لڑائی کا ذریعہ بنادیا، یہاں تک کہ مزاج میں اختلاف ہوگیا تو وہ آپس میں تفرقہ کا ذریعہ بن گیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم متحد نہیں ہوپاتے، اتحاد قائم نہیں ہوتا۔

جو مشترک مقاصد ہیں، جن میں سب سے بڑا مقصد اس وقت یہ ہے کہ اپنی آنے والی نسلوں کو ارتداد سے بچائیں، اس کے لئے ضرورت ہے کہ سب مل کر یک جہتی کے ساتھ کام کریں۔ جب کوئی مہم ہوتی ہے تو اس میں تقسیم کار ہوتی ہے، فرض کرو اگر لڑائی ہے اور جائز لڑائی ہے تو اس میں ہر آدمی بندوق لے کر نہیں جاتا، کوئی ہتھیار چلا رہا ہوتا ہے، کوئی سواریوں کا انتظام کرتا ہے، کوئی کھانے کا انتظام کرتا ہے، اسی طرح تقسیم کار ہوتی ہے۔ اب جو جہاد کے اندر ہتھیار کے ذریعہ براہ راست حصہ لے رہا ہے اگر وہ یہ کہہ دینا شروع کر دے کہ تم بیکار لوگ ہو، تم ڈرائیونگ (Driving) کر رہے ہو، اور تم بیکار لوگ ہو تم کھانا پکا رہے ہو، ہم تو اچھے ہیں کہ اصل کام ہم کر رہے ہیں، تو اس طرح کبھی لڑائی جیتی نہیں جا سکتی۔ تو آج ہم نے یہ کر رکھا ہے کہ جس نے جو طریقہ اختیار کر لیا ہے اس کے اوپر وہ اتنا جما ہوا ہے کہ دوسرے طریقہ کو کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔ ٹھیک ہے بھائی آپ کا جو مسلک ہے، آپ کا جو مشرب ہے، آپ کا جو اجتہاد ہے، آپ اس کے اوپر بے شک عمل کرو، لیکن کم از کم اس کو باہمی تفرقہ کا ذریعہ نہ بناؤ۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ہے **أخلاف أم شقاق**؟ یعنی اختلاف ہے یا شقاق ہے؟ وہ اہل علم کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

تو ہمارے لئے جو رکاوٹ ہے یہ اسی لئے ہے کہ دل میں تڑپ جیسی ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے، اگر ویسی ہوتی تو چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے اوپر ہماری لڑائیاں نہ ہوتیں، چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں ہم فرقوں میں بٹے ہوئے نہ ہوتے۔ اگر ہمارے دل میں یہ تڑپ ہوتی کہ ہمارا اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ طوفان آ رہا ہے، اس طوفان کے اوپر بند کیسے باندھیں، آپس میں اگر یہ جذبہ پیدا ہوتا تو پھر اس طوفان کا مقابلہ کرنے کیلئے بھی تیار ہوتے، اپنی آئندہ نئی نسلوں کے مستقبل کا تحفظ کرنے کیلئے بھی تیار ہوتے۔

اس قسم کے اختلافات کو باہمی شقاق کا ذریعہ بنانے کے نتیجے میں سلطنتوں کی سلطنتیں گئی ہیں۔ جب فتنہ تاتار اٹھ رہا تھا، چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کا فتنہ اٹھ رہا تھا، اس نے ساری دنیا کو لپیٹ میں لیا ہوا تھا، تو اس وقت خلافت عباسیہ کا آخری زمانہ تھا، وہاں بغداد کے اندر ایک چوک ہے، جہاں روزانہ مناظرے ہوا کرتے تھے اور علماء کرام وہاں اپنے چھوٹے چھوٹے مسائل کے اوپر مناظرے منعقد کرتے تھے، اس میں کون جیتتا تھا کون ہارتا تھا، اس کا بڑا فیصلہ ہوا کرتا تھا۔ تاتار کی فوجیں چلی آ رہی ہیں اور یہاں پر یہ مناظرے ہو رہے ہیں۔ تو کسی

شاعر نے اس کا منظر کھینچا ہے کہ:

جب چلی بغداد میں تاتار کی تیغ نیام
مفتیان شرع میں جاری تھی اک جنگ کلام
ایک کہتا تھا کہ کوا ثابت و سالم حلال
دوسرا کہتا کہ کالی چونچ سے تا دم حرام
اس زمانے کے مؤرخ نے جو دیکھا تو کہا
مفتیان را مژدہ! کارِ ملتِ بیضا تمام

تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے، یہی پیش آیا۔ تاریخ میں پتہ نہیں کتنی مرتبہ یہ صورت حال پیدا ہوئی، اس کے نتائجِ بد ہم دیکھ چکے، اس کے باوجود ہم اپنے اختلاف کو اختلاف کی حد میں رکھنے کیلئے تیار نہیں۔ میں بڑی دردمندی سے آپ حضرات سے بے تکلفی کے ساتھ عرض کر رہا ہوں، علماء کرام کا مجمع ہے، الحمدللہ، اللہ تعالی سب کو اپنے فضل وکرم سے نوازے، دین ودنیا میں ترقی عطا فرمائے۔

امیر جمع ہیں احباب، درد دل کہہ لے
پھر التفاتِ دل دوستاں رہے، نہ رہے

اس لئے یہ دردمندی کی چند باتیں عرض کر رہا ہوں۔

تیسری رکاوٹ: اسلام کی صحیح ترجمانی اور دستوری حقوق کے استعمال کرنے میں کمی

تیسری رکاوٹ یہ ہے کہ ہم الحمدللہ ایک بسم اللہ کے گنبد میں رہ رہے ہیں، یہ بھی اللہ تبارک وتعالی کا فضل وکرم ہے، اور اس میں ہماری نظر صرف اسی ماحول کی حد تک محدود ہے، ہماری نظر مسجد کے ماحول، مدرسے کے ماحول تک محدود ہے، لیکن دوسری طاقتیں کیا کر رہی ہیں اور ان کے منصوبوں کا کیا حل ہے؟ اس کی طرف توجہ ہماری نہیں ہوتی، اور اگر کوئی کرتا بھی ہے تو اس کو بعض اوقات طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

آپ یہ دیکھئے کہ آپ اس ملک کے شہری ہیں، تو بے شمار حقوق آپ کو حاصل ہیں، اس ملک کا دستور، اس کا آئین آپ کو بہت حقوق دیتا ہے اور ان حقوق کا آپ صحیح استعمال کریں تو اپنا اور اپنی نسلوں کا تحفظ آپ کر سکتے

ہیں۔ان دستوری حقوق کو پہلے جاننے کی ضرورت ہے، پھران کو منوانے کی ضرورت ہے۔یہ محاذ آرائی کی بات نہیں، لیکن جس ملک میں آپ رہ رہے ہیں اس ملک کے قوانین کے تحت، ان کے دستور کے تحت آپ کو بہت سے ایسے مواقع حاصل ہیں جن کے ذریعہ آپ ماحول کے اندر تبدیلی لاسکتے ہیں۔اس وقت مسلمانوں کی آبادی انگلینڈ میں چار ملین ہے۔اس کا کیا مطلب ہوا؟ اتنی بڑی تعداد ہے مسلمانوں کی، جب آپ اس شہر کے اندر رہ رہے ہیں یا تو چلے جائیں، اسے خیر باد کردیں، لیکن جب رہ رہے ہیں تو آپ کا حق ہے کہ آپ ووٹ (Vote) دیں، آپ کا حق ہے کہ ایسے لوگوں کو منتخب کریں جو مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہوں، اتنا بڑا ووٹ بنک (Vote Bank) آپ کا ہے، آپ ایسے افراد کو لا سکتے ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ، مسلمانوں کے مسائل کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہوں، لیکن اس معاملہ میں پتہ نہیں ہم کتنے فکرمند ہیں؟

دیکھئے غیر مسلم سب ایک جیسے نہیں ہوتے، ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر دشمنی ہے، عناد ہے دین کے ساتھ یا اسلام کے ساتھ یا مسلمانوں کے ساتھ، کچھ ایسے ہیں جو نادانی میں مسلمانوں کے خلاف ہیں، ان کی غلط فہمیاں دور کرنے کی ضرورت ہے۔آج دنیا بھر میں نعرہ لگ رہا ہے کہ مسلمان Terrorist ہوتا ہے، دہشت گرد ہوتا ہے، اگر کوئی دوسرا دہشت گردی کرے تو دہشتگردی کو اسی کی حد تک محدود رکھتے ہیں، اور مسلمان اگر کہیں دہشتگردی کر بیٹھے تو اسے پورے اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ نیوزیلینڈ میں جو واقعہ ہوا تو وہاں دہشت گردی کرنے والے کے پستول کے اوپر سب صلیبی جنگوں کے کمانڈروں کے نام درج تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عیسائی ہونے کی حیثیت میں یہ حرکتیں کر رہا ہے، مگر کسی نے اس کو Christian Terrorist نہیں کہا، اسلئے کہ ایک فرد کی غلطی کو آپ پورے مذہب کی طرف، پورے دین کی طرف منسوب نہیں کرسکتے۔اور ہمارا یہ معاملہ ہے کہ ایک آدمی مجنون، دیوانہ، دین سے بے گانہ، دین سے بے پرواہ، وہ کوئی خودکش حملہ کردیتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسلام Terrorist ہے، مسلمان Terrorist ہیں۔یہ پروپیگنڈہ جو کیا گیا ہے اس سے بعض سادہ لوگ بھی متاثر ہوئے، اگر ان کی غلط فہمیاں دور کی جائیں، ان کو اسلام کا صحیح مفہوم سمجھایا جائے، ان کے ساتھ اس طرح کا انٹریکشن (Interaction) ہو کہ وہ مسلمانوں کی حقیقت سمجھ سکیں، اسلام کی حقیقت سمجھ سکیں، تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں۔

یہ ساری باتیں ہیں جو کرنے کی ہیں اور ہمیں ان کی طرف متوجہ ہونے کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کا تحفظ کریں۔ جب ہم اس ملک میں رہ رہے ہیں اور اس ملک کی حکومت کے سامنے، اس کے کارپردازوں کے سامنے اسلام کی صحیح تفسیر نہیں پیش کریں گے، ان کی غلط فہمیاں دور نہیں کریں گے، تو ظاہر ہے کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں ہے، Legislation (قانون) ان کے پاس ہے، وہ کل کوئی بھی پابندی آپ کے اوپر عائد کرسکتے ہیں۔ یورپ میں دیکھئے، یورپ کے کتنے ملکوں میں اذان پر پابندی عائد ہوگئی، مناروں پر پابندی ہوگئی، نقاب پر پابندی ہوگئی، حجاب پر پابندی ہوگئی، حلال پر پابندی عائد ہوگئی، اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ آپ ابھی تک اس سے محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے۔ لیکن کب تک محفوظ رہیں گے؟

اس لئے اس بات کی فکر کی ضرورت ہے کہ غیر مسلموں کے ذہن میں جو تصور اسلام اور مسلمانوں کا بٹھا دیا گیا ہے، اس کو دور کرنے کے لئے ہمیں دل و جان سے کوشش کرنی چاہئے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غیر مسلم ہے، لہٰذا اس سے ملنا نہیں چاہئے۔ ارے بھائی، اگر آپ ملیں گے نہیں اور اس کے سامنے حق بات پیش نہیں کریں گے، اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کریں گے، تو وہ آدمی آپ سے کیسے محبت کرے گا؟ کیسے ہمدردی کرے گا؟ اور اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے کہ اس ملک کا آئین آپ کو یہ حقوق دیتا ہے، ان حقوق کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس کیلئے تگ ودو کی ضرورت ہے، اس کے لئے ذہن بنانے کی ضرورت ہے، اس کے لئے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے اپنا کردار اور اپنا حسن اخلاق لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرنا چاہئے جس میں کشش ہو، جس طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا، جس کے نتیجہ میں کوئی تبلیغی جماعت نہیں گئی تھی۔ یہ جو ہم سب مسلمان بیٹھے ہیں تو سب سے پہلے کاٹھیاواڑ میں مسلمان تاجر گئے تھے، جو آج کیرالہ کہلاتا ہے، مسلمان تاجر وہاں گئے تھے، کوئی تبلیغی جماعت نہیں گئی تھی، لیکن مسلمان تاجروں کے اخلاق کو دیکھ کر، ان کی عادات کو دیکھ کر، ان کے کردار کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہوئے۔ تو ہم اپنے عمل سے بھی، اپنے کردار سے بھی، اپنے اخلاق سے بھی ان کو بتائیں کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ تو یہ بات اگر سامنے آئے گی تو کم از کم ان لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوں گی جو نادانی میں اسلام کے مخالف ہیں، اور بہت بڑا طبقہ ان میں ایسا ہے کہ اگر اس کو بات صحیح

طریقہ سے سمجھائی جائے تو وہ سمجھتا ہے، ان میں اخذ کی بھی صلاحیت ہے، ان کے اندر قبول کی بھی صلاحیت ہے، کم از کم آپ اپنے حقوق ان سے منوا سکتے ہیں۔

باہمی تعاون کی ضرورت

لہذا، معاف کیجئے گا، میری باتیں کچھ تلخ نہ ہوگئی ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر ہمارا مستقبل ان ملکوں میں بڑا مخدوش ہے، جب تک ہم یہ کام نہ کریں۔ اور مشکل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کام کرنا بھی چاہتا ہے اور وہ ہمارے مزاج کے مطابق نہیں، شریعت کی بات نہیں، مسلک کی بات نہیں، ہمارے مزاج کے مطابق نہیں، تو بس، ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ اندازہ کریں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ پر باغیوں نے حملہ کیا ہوا ہے، ایک خلیفہ راشد کا محاصرہ کرر کھا ہے، پانی بند کرر کھا ہے، وہ کنواں جو خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے وقف کیا تھا، اس سے پانی پینے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔ تو اس وقت کوئی صاحب آتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کرتے ہیں کہ: حضرت، ہماری مسجد نبوی میں جو امام آرہا ہے، جو نماز پڑھارہا ہے، وہ باغیوں میں سے ہے، جن باغیوں نے آپ کا محاصرہ کرر کھا ہے وہ ان میں سے ہے، وہ امامت کررہا ہے، تو جب ہم اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو ہمارے دل میں تکدر پیدا ہوتا ہے، ہمارا دل نہیں چاہتا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں، کیا کریں؟

اُس حالت میں جب کہ محصور ہیں، پانی بند ہے، اس وقت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا جواب کیا ہے، الصلاۃ خیر، کہ نماز سب سے بہتر عمل ہے، فإن أحسنوا فأحسن معهم، وإن أساء وا فاجتنب إساء تهم اگر یہ باغی کوئی اچھا کام کررہے ہوں تو ان کے ساتھ تعاون کرو، کوئی بات نہیں، اور برائی کررہے ہیں تو برائی سے اجتناب کرو۔ وہ باغی جو خلیفہ راشد کے جان لیوا ہیں، جو خلیفہ راشد کے خون کے پیاسے ہیں، ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ اگر وہ اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ اچھا کام کرو، برے کام کریں تو ان سے برائی کی حد تک الگ رہو۔

یہ اصول جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے بتایا وہ درحقیقت قرآن کریم کی تفسیر تھی کہ تَعَاوَنُوا

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة۔ ۲) ہم اس اصول پر چلتے ہوئے جو بھی کوئی دین کی خدمت کا کوئی کام رہا ہے، اس کو اپنا سمجھیں کہ یہ ہمارا ہے، غنیمت سمجھیں کہ اس نے ہمارا کام انجام دیا ہے۔اس کے ساتھ جتنا تعاون جس کام میں ہو سکے تعاون کریں، اور ایسے لوگ پیدا کریں، تیار کریں، جو اس ملک کی مسلمان آبادی کے حقوق کا تحفظ کر کے آنے والی نسلوں کے لئے راستہ ہموار کریں۔

اللہ تبارک وتعالی اپنی رحمت سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ بھائی، میں شاید حد سے تجاوز کر گیا ہوں، تو اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں اس کے لئے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے موت وحیات کا مسئلہ ہے، اور اِس موت وحیات کے مسئلہ کو اہمیت دینے کی ضرورت ہے، اس کے بغیر ہم جی نہیں سکتے۔اور اس کے لئے جب تک اللہ تعالی ہمارے حالات میں تبدیلی پیدا فرمائیں، میں یہ درخواست کرتا ہوں، اور خود بھی ان شاء اللہ اس پر عمل کروں گا، کہ اللہ تبارک وتعالی سے رجوع کر کے اللہ تعالی سے دعاء کرنے کا معمول بنائیں، کہ یا اللہ ہم ایسے فتنوں کے زمانے میں رہ رہے ہیں، اے اللہ اپنی رحمت سے ہمیں بھی نکالئے، ہماری اولادوں کو بھی، ہماری نسلوں کو بھی اے اللہ اس سے محفوظ رکھئے، ہمارے دل میں ایسی تدبیریں ڈال دیجئے جن کے نتیجے میں ہم آنے والی نسلوں کا تحفظ کر سکیں۔ اللهم الهمنا رشدنا واعزم لنا على أرشد أمرنا، یہ دعاء ہر وقت ہمارا وظیفہ ہونا چاہئے، اللہ تعالی اپنی رحمت سے، اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالی ہمارے دلوں میں صحیح معنی میں تڑپ پیدا کردے جو آنے والی نسلوں کی حفاظت کیلئے ضروری ہوتی ہے، اور صحیح طرز عمل اللہ تعالی ہمیں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

☆☆☆